OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

عہد حاضر میں مساوی اور سستے انصاف کی عدم فراہمی اور اس کا حل سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Non-provision of equal and cheap justice in the present era and its solution in the light of the Prophet's life

سید اشفاق احمد
پی ایچ۔ڈی ریسرچ اسکالر علوم اسلامیہ، نیشنل کالج آف بزنس ایڈ منسٹریشن اینڈ اکنامکس
رضیہ مبین
پی ایچ۔ڈی ریسرچ اسکالر علوم اسلامیہ، نیشنل کالج آف بزنس ایڈ منسٹریشن اینڈ اکنامکس
ڈاکٹر محمد انس رضا
ایسوسی ایٹ پروفیسر علوم اسلامیہ، دارالمدینہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract:
Today, there is an ideological conflict between the different social and economic systems of the world.No region of the world is safe from it today.The imperialist powers are making the world a hell by heating up the market of cruelty for their personal interests. They are killing justice for their oppressive rule and to control the resources of the world.They can attack any country they want with ammunition and heat up the market of murder and murder, there is no stopping them. International courts seem completely unable to give justice to the weak.Similarly, if we talk about equal and cheap justice to the people living in a state, then in most countries, the class system is an obstacle in the way of justice and Equality.Nowadays, equal and cheap justice has become a dream for a vulnerable person.In such circumstances, we can say with full confidence that all the countries of the world can get equal and cheap justice at the internal and international level only by following the life of Prophet Muhammad ﷺ. The social and economic system of Islam or the system of justice and equality of Islam is life-giving for the entire humanity.If we study the conditions before the arrival of the Prophetﷺ, then in the Arab society there was a market of oppression and oppression similar to the conditions we are facing today. Muhammadﷺ brought the honor and it became the cradle of Arab justice and equality.

CC BY

Keywords:
justice, equality, court، Islam, Arab, Society, Muhammad ﷺ

تمہید

دنیا کے مختلف معاشرتی اور اقتصادی نظاموں کے درمیان ایک نظریاتی کشمکش مسلسل برپا ہے عہد حاضر میں سامراجی طاقتوں کا ممالک و وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے خون کے دریا بہا دینا دھونس و دھاندلی سے اپنے جبر کو قائم کرنا محبوب مشغلہ بن چکا ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ آج ان سے محفوظ نہیں، اپنے ذاتی مفادات کے لیے جنگ، قتل و قتال کا بازار گرم کر کے دنیا کو جہنم بنائے ہوئے ہیں۔ طاغوتی طاقتیں اپنی جابرانہ حاکمیت کے لیے اور دنیا کے وسائل پر قابض ہونے کے لیے انصاف کا قتل عام کر رہی ہیں۔ جس ملک میں چاہیں گولہ و بارود برسا کر خون کے دریا بہا دیں اور انسانی لاشوں کے مینار تعمیر کر دیں، کوئی روکنے والا نہیں۔ اس ہوس ملک گیری اور وسائل پر قابض ہونے کی خواہش نے دنیا کے امن و امان کو تباہ و برباد کر دیا۔ بین الاقوامی عدالتیں کمزور کو انصاف دینے میں یکسر ناکام نظر آتی ہیں۔ اسی طرح اگر کسی ریاست میں رہنے والے افراد تک مساوی اور سستے انصاف کی بات کریں تو وہاں بھی اکثر ممالک میں طبقاتی نظام، عدل و انصاف کی راہ میں رکاوٹ ہے دور حاضر میں ایک کمزور شخص کے لیے مساوی اور سستا انصاف ایک خواب بن چکا ہے جس کی وجہ سے انسانی معاشروں میں بدامنی اور فساد بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ایسے حالات میں ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں اگر تمام دنیا ان مسائل کا پوری سنجیدگی کے ساتھ حل چاہتی ہے تو ہمیں یہ حل صرف اور صرف سیرت رسول اللہ ﷺ میں ہی مل سکتا ہے۔

اسلحہ اور ٹیکنالوجی کی بنیاد پر کشور کشائی:

سامراجی طاقتوں کو اسلحہ اور ٹیکنالوجی میں کیا برتری ملی پوری انسانیت کو بارود کے ڈھیر پر لا کر کھڑا کر دیا کشور کشائی کے شوق میں جنگ عظیم اول میں ۱۶ ملین لوگ قتل ہوئے ہالو کاسٹ انسائیکلوپیڈیا کے مطابق:

> "پہلی عالمی جنگ جدید تاریخ کی سب سے زیادہ تباہ کن لڑائی تھی اس جنگ میں تقریباً ایک کروڑ فوجی ہلاک ہو گئے۔ یہ تعداد اس سے پہلے کے ایک سو برس میں ہونے والی لڑائیوں کی مجموعی ہلاکتوں سے بھی زیادہ ہے۔ البتہ یقین سے تو کوئی تعداد متعین کرنا مشکل ہے مگر اس جنگ میں ۲۱ ملین کے لگھ بھگ افراد زخمی بھی ہوئے"([1])

دوسری جنگ عظیم میں ۷۰ سے ۸۰ ملین لوگ قتل ہوئے جن میں عام شہری اور فوجی دونوں شامل ہیں ایسی ہلاکت خیزی پر انسان کانپ کر رہ جاتا ہے دوسری جنگ عظیم کے بارے میں قتل ہونے والے افراد کے بارے میں ہالو کاسٹ انسائیکلوپیڈیا نے جو اعداد و شمار بیان کیے ہیں وہ اس طرح ہیں:

"دوسری جنگ عظیم کے نتیجے میں دنیا بھر میں تقریباً ساڑھے پانچ کروڑ افراد ہلاک ہوئے۔ یہ تاریخ کی سب سے بڑی اور تباہ کن جنگ تھی"(۲)

انھی سامراجی طاقتوں نے فکر و نظر کے اختلاف کی بنیاد پر اور وسائل پر قابض ہونے کے لیے افغانستان، عراق، شام، لبنان، یوکرین، چیچنیا، بوسنیا وغیرہ کو ملبے کا ڈھیر بنایا انہی کی آشیر باد سے بھارت کشمیریوں پر اور اسرائیل نہتے فلسطینیوں پر ظلم و جبر کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔

اقتصادی اجارہ داری:

دور حاضر میں اسلحہ کے ساتھ ساتھ اپنی حاکمیت کو مستحکم رکھنے کے لیے اقتصادی ترقی بھی ایک لازمی جزو بن گئی۔ لہٰذا دنیا بھر کی کاروباری منڈیوں پر اپنی اجارہ داری قائم کی، ملٹی نیشن کمپنیوں کے ذریعے دنیا جہان کے وسائل پر قبضہ کر لیا گیا جس کے نتیجہ میں ترقی پزیر ممالک کی عوام نان شبینہ کو ترس رہی ہے۔ غربت افلاس بڑھتی چلی جا رہی ہے طاقت ور ممالک، کمزوروں کو کچلتے چلے جا رہے ہیں عالمی مہاجن قرض کے نام پر سود در سود کے پھندوں میں پھنسائے چلے جا رہے ہیں۔

پُر فریب روشن خیالی:

ایک جانب ٹیکنالوجی، اسلحہ اور اقتصادی برتری کی بنیاد پر پوری دنیا کے اکثر انسانوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے پھر اس طلسم زدہ نظام کو پر فریب روشن خیالی کی چادر اڑھائی گئی اور کمزور طبقات کو احساس کمتری میں مبتلا کر کے غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کا پورا پورا انتظام کیا گیا صیّاد نے اس قید میں لانے کے لیے روشن خیالی کا جال بھی بھرپور طریقہ سے استعمال کیا۔ ظلم و جبر کے نظاموں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے عدل و مساوات کے نظام کو پیش کیا جاتا ہے تو پھر اسی روشن خیالی کا شور و غلغلہ بلند کرتے ہیں۔ محمد قطب کہتے ہیں:

> "آج کے ترقی یافتہ دور میں وہ وحشیانہ سزائیں کیسے نافذ کی جاسکتی ہیں، جو زمانہ قدیم کے وحشیوں کے لیے وضع کی گئی تھیں؟ کیا محض چند روپوں کی خاطر چور کا ہاتھ کاٹا جاسکتا ہے؟ حالانکہ مجرم چور ہو یا ڈاکو، جدید نقطہ نظر کے مطابق معاشرے کی بے انصافی اور ظلم کا شکار ہوتا ہے وہ سزا کا نہیں، ہمدردی کا مستحق ہے، یہ ہے وہ منطق جو اسلامی قانون کے بارے میں جدید روشن خیالوں کی زبان سے اکثر سننے میں آتی ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ بیسویں صدی کے یہ روشن خیال حضرات شمالی افریقہ کے چالیس ہزار معصوم انسانوں کے بے دریغ قتل عام ہوتے دیکھتے ہیں تو ہلکا سا اضطراب بھی محسوس نہیں کرتے لیکن محض ایک مجرم کی قانونی سزا پر بے چین اور چیں بہ چیں ہو جاتے ہیں افسوس کہ انسان خوشنما اور دلفریب الفاظوں سے دھوکا کھا جاتا ہے اور اصل حقیقت اس کی نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے"(۳)

ہر ذی شعور انسان اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ گزشتہ ساڑھے چودہ سو سال سے دنیا کے مختلف اسلامی ممالک کی عدالتوں میں اسلامی قوانین کا نفاذ رہا اور عوام الناس کو اس عدل و مساوات کے نظام پر مکمل اعتماد رہا اور پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے دنیا میں اس سے بہتر کوئی نظام ہو ہی نہیں سکتا اس حقیقت کو منصف مزاج شخص ضرور تسلیم کرتا ہے چاہے اس کا لگاؤ کسی بھی فکر و نظر سے ہو ہو چیف جسٹس کارنیلیس جو مذہباً عیسائی تھے اور پاکستان میں عدالتی خدمات سرانجام دیتے رہے بیان کرتے ہیں:

"در اصل بات سمجھنے والی ہے کہ اسلامی قانون کسی دور میں بھی زندگی سے کٹا نہیں رہا اس قانون کی ایک تاریخ ہے اس کا ایک پس منظر ہے، اس قانون سے بڑی بڑی سلطنتیں چلتی رہی ہیں اور ماضی قریب میں بھی یہ قانون عدالتوں میں رائج رہا ہے۔ اس اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی قانون تسلسل کی تمام کڑیاں اپنے اندر رکھتا ہے۔اگر آپ اسلامی قانون کو جدید طرز پر مدون کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس کے مطابق مقدمات کے فیصلے کرنے میں کوئی ذہنی خلا پیدا نہیں ہو گا۔ جب اسلامی قانون کی کتابیں وکلاء بھی پڑھیں گے اور جج صاحبان بھی، تو پھر یہی قانون ہماری قانونی فضا میں رچ بس جائے گا۔"(۴)

دنیا کو مقتل گاہ بنانے کا ذمہ دار کون:

یہاں تھوڑا سا تجزیہ ضروری ہے کہ دنیائے انسانیت کو ان ہلاکت خیز وادیوں میں دھکیلنے کا ذمہ دار کون ہے ؟دونوں جنگ عظیم کے مختصر حالات ہم پڑھ آئے ہیں کہ ٹیکنالوجی اور وسائل کی برتری ملنے پر کیسے دنیا کو مقتل گاہ بنا دیا گیا کل ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی یہی برتری ملی تھی لیکن آپ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں سے کیا سلوک کیا تھا؟ بخاری شریف کی روایت ہے:

"أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ، قَالَ: " لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ، وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ العَقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلاَلٍ، فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي (۵)"

(ترجمہ) زوجہ نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا احد کے روز سے بھی آپ ﷺ پر کوئی دن دشوار گزرا ہے؟ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا آپ لوگوں کی قوم قریش کی طرف سے یہ وہ وقت تھا جس وقت میں کنانہ ابن عبد یالیل (سردار طائف) کے ہاں گیا تھا۔ لیکن میری دعوت (دین) کو اس (شخص نے) قبول نہیں کیا تھا۔ میں اس جگہ سے نہایت غمگین ہو کر واپس ہوا۔ اس دن طائف والوں نے دعوت دین دینے کی بنا پر محمد رسول اللہ ﷺ پر سنگ باری کی جس کی وجہ سے آپ شدید زخمی ہوئے اور آپ ﷺ کا چہرہ خون آلود ہوا جس کی تفصیل مسند احمد میں بیان کی گئی:

"عن عبد الله، قال: كأني أنظر إلى النبي صلى الله عليه وسلم، وهويحكيي: نبياقال: " كان قومه يضربونه حتى يصرع "قال فيمسح جبهته، ويقول: اللهم اغفرلقومي إنهم لايعلمون"(٦)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آج بھی وہ منظر میری آنکھوں میں محفوظ ہے کہ نبی اقدس ﷺ ایک نبی کے بارے میں بیان فرمارہے تھے جنہیں ان کی قوم نے تشدد کا نشانہ بنایا اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جارہے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ پروردگار! معاف فرمادے میری قوم کو، یہ مجھے نہیں جانتے ہیں(یہ واقعہ طائف کی جانب اشارہ ہے)

اس دلخراش واقعہ پر جبریل علیہ السلام اپنے ساتھ پہاڑوں کے فرشتے کو لے کر آئے اور آقا علیہ السلام کو بدلے کا پورا اختیار دیا گیا اگر آپ چاہیں تو اس قوم کو ہمیشہ کے لیے مٹادیا جائے:

" فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ، فَنَادَانِي فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ، فَنَادَانِي مَلَكُ الجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ، ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الأَخْشَبَيْنِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلاَبِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ، لاَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا"(٧)

پھر جب میں پہنچا قرن الثعالب پھر مجھے ذرا ہوش آیا، میں نے سر اٹھایا تو دیکھتا ہوں کہ ایک ٹکڑا بدلی نے مجھ پر سایہ کیا ہوا ہے اور میں دیکھتا ہوں: جبرائیل امین بھی اسی جگہ پر موجود ہیں، جبرائیل امین نے مجھے آواز دی اور کہنے لگے آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ(کی نافرمان) قوم کی گفتگو سن لی ااور جو انہوں نے ٹھکرایا ہے وہ بھی جان چکا۔ اللہ رب العزت نے پہاڑوں کے فرشتہ کو(آپ کی خدمت میں) بھیجا ہے آپ ﷺ اس(قوم) کے بارے میں جو حکم چاہیں دے دیں، اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، اس نے مجھ سے سلام کیا اور عرض کی کہ اے محمد اور اس نے وہی بات(حضرت جبرائیل والی) دہرائی آپ جو چاہیں مجھے حکم کریں اگر آپ کی آمادگی ہو تو میں دونوں طرف کے پہاڑوں کو آپس میں ملادوں(جس سے وہ چکنا چور ہو جائیں) نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں تو یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ رب العزت ان کی(آنے والی) نسلوں میں سے ایسی اولادیں پیدا کردے جو خدائے واحد کی عبادت کریں گی، اور اس(اللہ تبارک تعالیٰ) کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی۔ جبکہ دوسری جانب دیکھا جائے تو آج سامراجی طاقتوں کو ٹیکنالوجی پر کیا برتری ملی پوری انسانیت کو صفحہ ہستی مٹانے پر تلے بیٹھے ہیں بموں سے معصوم بچوں، بچیوں اور ضعیفوں کے جسموں کے پرخچے اڑا کر بھی ان کی آتش انتقام سرد نہیں ہوتی کل یہی اختیار آنحضرت ﷺ کو اپنے دشمنوں پر ملا تو آپ ﷺ نے کیا کیا؟

"جسے پتھر کے ٹکڑوں سے پتھرایا گیا تھا، اسی کو اختیار دیا گیا کہ پہاڑوں سے اس کا جواب دے سکتا ہے اور یہ آسانی دے سکتا ہے، شاید اختیار ان کو بھی نہیں جو ان طیاروں سے گولے گراتے ہیں جنہوں نے ان کو پھول سے بھی نہیں مارا تھا اور نہ اتنا ان کے بس میں بھی ہے جو ہولٹرز سے من من دو من کے گولے پھینکتے ہیں کتنا جھوٹا غرور، جن کو بم اور شل دیا گیا ہے۔ جب کہتے ہیں ایسا کسی کو نہیں ملا، دیوانو! تم کو کیا ملا جو تم سے پہلوں کو مل چکا ہے اور جو چاہے اسے اب

بھی ملتا ہے ہمیشہ ملتا رہے گا لیکن تم نے جو کیا اور کر رہے ہو اسے دنیا دیکھ رہی ہے اب دیکھو! جس کو جبل ملے، ملک الجبال ملا، اپنی اس قوت سے کیا کام لیتا ہے، جنہوں نے اس کو ہلکا کیا تھا، کیا ان پر ان کی زندگی کو وہ بھاری کرے گا، چاہتا تو وہ یہ کر سکتا تھا اور اس کو حق تھا کہ جنہوں نے اس پر پتھراؤ کیا تھا ان کو سنگسار کرے اس نے طائف سے نکل کر جو کچھ کہا تھا، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا تھا۔۔۔۔۔۔ میں مایوس نہیں ہوں کہ ان کی پشت سے ایسی نسلیں نکلیں جو اللہ ہی کی پوجا کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک اور ساجھی نہ بنائیں۔"(۸)

انصاف کے ساتھ حسن تدبیر:

بعثت نبوی سے قبل تعمیر کعبہ کے وقت جب حجر اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا تو سخت کشید گی پیدا ہو گئی ہر آدمی کی خواہش تھی کہ اس خدمت کی سعادت اسے ملے نوبت اس حد تک پہنچی کہ تلواریں نکل آئیں یہ اہم مقدمہ بھی آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں ہی فیصل ہوا:

"وَإِنَّ قُرَيْشًا اخْتَلَفُوا فِي الْحَجَرِ حِينَ أَرَادُوا أَنْ يَضَعُوهُ حَتَّى كَادَ أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ بِالسُّيُوفِ، فَقَالَ: اجْعَلُوا بَيْنَكُمْ أَوَّلَ رَجُلٍ يَدْخُلُ مِنَ الْبَابِ، فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: هَذَا الْأَمِينُ، وَكَانُوا يُسَمُّونَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ الْأَمِينَ، فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ، قَدْ رَضِينَا بِكَ، " فَدَعَا بِثَوْبٍ فَبَسَطَهُ وَوَضَعَ الْحَجَرَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ لِهَذَا الْبَطْنِ، وَلِهَذَا الْبَطْنِ - غَيْرَ أَنَّهُ سَمَّى بُطُونًا -: لِيَأْخُذْ كُلُّ بَطْنٍ مِنْكُمْ بِنَاحِيَةٍ مِنَ الثَّوْبِ، فَفَعَلُوا، ثُمَّ رَفَعُوهُ، وَأَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ بِيَدِهِ"(۹)

(ترجمہ) اور جب حجر اسود کے رکھنے کے موقع پر قریش کا آپس میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا، قریب تھا کہ ان کے درمیان ایک خوفناک جنگ شروع ہو جائے، ایک آدمی نے مشورہ دیا جو صاحب سب سے پہلے بیت اللہ کے دروازے سے داخل ہو اس سے فیصلہ کروالیا جائے (حکم ربّی سب سے پہلے) رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے۔ لوگوں نے کہا یہ امین ہیں، دور جاہلیت میں لوگ آپ ﷺ کو امین کہا کرتے تھے، سب نے کہا اے محمد! ہم آپ ﷺ کے فیصلے پر راضی ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک چادر منگوا کر بچھائی اور حجر اسود اٹھا کر اس میں رکھ دیا، پھر آپ ﷺ نے تمام قبائل والوں سے فرمایا: وہ چادر کے کنارے پکڑ لیں، ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور چادر کو اوپر اٹھا لیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو پکڑ کر اپنے ہاتھ سے نصب فرما دیا۔

آپ ﷺ نے حسن تدبر سے فیصلہ فرما کر ایک ایسی خون ریز جنگ کو ٹال دیا جس میں قبائلی سردار خون کے پیالوں میں انگلیاں ڈال کر قسمیں کھا چکے تھے کہ حجر اسود اسی کے ہاتھوں نصب ہو گا تو بہتر بصورت دیگر قتل و قتال۔ حالات اس نہج پر پہنچ چکے تھے عداوت کے شعلے بھڑک رہے تھے جنگ و جدل کی اس گھن گرج میں جب خون کی ندیاں بہہ جانے والی تھیں ایسے میں آپ ﷺ کے منصفانہ فیصلے اور حسن تدبیر نے ایک سخت لڑائی کو ٹال دیا۔

عدل و مساوات کا قیام:

یوں تو زمانہ جاہلیت میں پوری دنیا میں اور خصوصاً عرب میں ظلم و جبر کا بازار گرم تھا معاشروں میں شدید طبقاتی

تقسیم تھی غریبوں اور کمزوروں کا کوئی پرسان حال نہ تھا اس دور کے حالات کی منظر کشی حضرت جعفر طیارؓ نے شاہ نجاشی کے دربار میں ان الفاظوں میں کی:

"ہم رشتوں ناطوں کو کاٹتے تھے، ہم پڑوسی کے لئے صرف دکھ اور رنج تھے، زور والے ہمارے بے زوروں کو نگلتے جارہے تھے کہ اچانک ہم میں اللہ نے اپنے پیغمبر کو اٹھایا"(۱۰)

منصب نبوت کے تقاضوں کے تحت آپ ﷺ کو بہت سے امور سرانجام دینے تھے انہی میں سے ایک اہم فریضہ عدل ومساوات کا قیام عمل میں لانا تھا اسی سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ نازل ہوا:

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ"(۱۱)

(ترجمہ) حکم دیتا ہے تمہیں بیشک اللہ کہ امانتیں، امانت والوں کے حوالے کرو اور یہ کہ جس وقت لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو فیصلہ کردو انصاف کے ساتھ۔

حکومت کے استحکام کی پہلی بنیاد عدل وانصاف کا قیام ہے اور اس کا سب سے پہلا تقاضا یہ کہ کسی گروہ یا قوم کے ساتھ تمہاری مخالفتیں عدل ومساوات میں سرمو بھی فرق نہ آنے دیں اگر غور کیا جائے تو اس فرمان میں یہ بھی بتلا دیا گیا کہ عوام الناس کے فیصلہ کرتے ہوئے یہ بات مدنظر رہے کہ قانون کی نظر میں تمام انسان مساوی ہیں اسی لیے مذکورہ آیت میں بین المسلمین نہیں بلکہ بین الناس کے الفاظ استعمال کیے گئے۔

طبقاتی تقسیم کا خاتمہ:

عدل ومساوات کے قیام میں سب سے بڑی رکاوٹ طبقاتی تقسیم تھی جس کی اسلام نے بیخ کنی کی کافر ہوں یا مسلم دشمن ہوں یا رفیق، امیر ہوں یا غریب، کالا ہو یا گورا، انصاف کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ انصاف کے ترازو کو برابر رکھیں اور عدل ومساوات کے قیام میں معمولی سی بھی کوتاہی کے مرتکب نہ ہوں۔ مسند امام احمد حنبل کی روایت ہے:

"عن أبي نضرة، حدثني من سمع خطبة رسول الله صلى الله عليه وسلم في وسط أيام التشريق فقال: " يا أيها الناس، ألا إن ربكم واحد، وإن أباكم واحد، ألا لا فضل لعربي على عجمي، ولا لعجمي على عربي، ولا أحمرعلى أسود، ولا أسود على أحمر، إلا بالتقوى أبلغت "(۱۲)

(ترجمہ) ابو نضرۃ روایت کرتے ہیں کہ ایام تشریق کے درمیانی دن ایک خطبہ رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے لوگو! کسی عربی آدمی کو کسی عجمی آدمی پر اور کسی عجمی آدمی پر کسی عربی آدمی کو اور کسی سرخ کو کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے۔

اسی موقع پر آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"أَلاَ لاَ يَجْنِي جَانٍ إِلاَّ عَلَى نَفْسِهِ، أَلاَ لاَ يَجْنِي جَانٍ عَلَى وَلَدِهِ وَلاَ مَوْلُودٌ عَلَى وَالِدِهِ"(۱۳)

آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ خبردار! باپ کے قصور مواخذہ بیٹے سے اور بیٹے کے قصور کا مواخذہ باپ سے نہ

ہو گا۔

یقیناً یہ اعزاز صرف اسلام ہی کو حاصل ہے جس نے طبقاتی تفریق کو ختم کیا اور امیر اور غریب کی تفریق ختم کر کے سب کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا، تمام طبقات کے لیے ایک ہی عدل کا نظام قائم کیا:

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ سَرَقَتْ، فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَلَمْ يَجْتَرِئْ أَحَدٌ أَنْ يُكَلِّمَهُ، فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَقَالَ: «إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ قَطَعُوهُ، لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُ يَدَهَا"(۱۴)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک خاتون جو بنی مخزومہ سے تھی اس عورت نے چوری کی تھی۔ قریش نے سوچا کہ اس عورت کی سفارش کے لیے نبی ﷺ کی خدمت کون پیش ہو سکتا ہے؟ لیکن کسی میں اس بات کی جرات نہیں تھی، اسامہ بن زید نے آخر سفارش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل میں یہ دستور عام ہو گیا تھا کہ جس وقت کوئی بڑا آدمی (معزز گھرانے کا) چوری کرتا تو اسے چھوڑ (معاف کر) دیتے اور اگر کوئی کم حیثیت شخص چوری کر لیتا تو اسے (قطع ید) ہاتھ کاٹنے کی سزا دیتے۔ آج اگر (میری بیٹی) فاطمہ بھی چوری کی مرتکب ہوتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

یکساں نظام انصاف:

دور حاضر میں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ میری پارٹی کا آدمی یا میری قوم اور قبیلہ کا آدمی ہے اس کی ہر جائز و ناجائز بات کو تسلیم کیا جائے لیکن نبی کریم ﷺ نے جہاں طبقاتی تقسیم کا خاتمہ کر کے قانون سب کے لیے یکساں قرار دیا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے خود اپنی ذات کو بھی

انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے پیش فرمایا:

عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ، رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيهِ مِزَاحٌ بَيْنَا يُضْحِكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَاصِرَتِهِ بِعُودٍ فَقَالَ: أَصْبِرْنِي فَقَالَ: «اصْطَبِرْ» قَالَ: إِنَّ عَلَيْكَ قَمِيصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيصٌ، «فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَمِيصِهِ، فَاحْتَضَنَهُ وَجَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهُ»، قَالَ إِنَّمَا أَرَدْتُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ"(۱۵)

ترجمہ: حضرت اسید بن حضیر انصار میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ یہ مزاحیہ آدمی تھے اور ایک مرتبہ اپنی قوم سے باتیں کر رہے تھے اور انہیں ہنسا رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کی کوکھ میں ایک چھڑی چھبو دی۔ تو (اسید بن حضیر) عرخ کرنے لگے کہ مجھے بدلہ چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بدلہ پورا کر لو۔ انہوں نے عرض کیا آنحضرت آپ ﷺ پر تو قمیص ہے اور مجھ پر قمیص نہیں تھی۔ تو نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص اوپر کر لی۔ تو اسیدؓ نے آنحضرت ﷺ کو اپنے بازوں میں بھر لیا اور آپ ﷺ کے پہلو پر بوسے دینے لگے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول میری مراد یہی تھی۔

اسی طرح مساوات کے قیام میں بھی اسلام نے کوئی کمی نہیں چھوڑی اور عدل و مساوات کے قیام میں ہمیشہ یہ

بات خصوصیت سے پیش نظر رہی کہ سزا اصل مجرم کو ہی دی جائے نہ بیٹے کی جگہ باپ کو سزا دی جاسکتی اور نہ باپ کی جگہ بیٹے کو سزا دی جاسکتی ہے۔

"فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ دَخَلْنَا الْمَدِينَةَ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ النَّاسَ وَهُوَ يَقُولُ: «يَدُ الْمُعْطِي الْعُلْيَا , وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ , أُمَّكَ وَأَبَاكَ , وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ , وَأَدْنَاكَ أَدْنَاكَ» , فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ , هَؤُلَاءِ بَنُو ثَعْلَبَةَ بْنِ يَرْبُوعَ الَّذِينَ قَتَلُوا فُلَانًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَخُذْ لَنَا بِثَأْرِنَا , فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا بَيَاضَ إِبْطَيْهِ , فَقَالَ: «أَلَا لَا يَجْنِي وَالِدٌ عَلَى وَلَدِهِ"(١٦)

(ترجمہ)ہم لوگ دوسرے دن مدینہ میں داخل ہوئے رسول اللہ ﷺ منبر پر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمارہے تھے آپ ﷺ فرمارہے تھے عطیہ کرنے والے کا ہاتھ سب سے بڑا ہے، اور ان سے شروع کریں جو آپ پر انحصار کرتے ہیں: آپ کی والدہ اور والد، آپ کی ہمشیرہ اور آپ کا بھائی، اور تم میں سے سب سے کم (حیثیت ہے)۔(ہمیں دیکھ کر)انصار میں سے ایک نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ لوگ بنو ثعلبہ میں سے ہیں ان کے بزرگوں میں سے کسی نے ہمارے گھرانے کا ایک آدمی قتل کیا تھا اس مقتول کے بدلے میں آپ ﷺ ان کا ایک آدمی قتل کرادیں آپ ﷺ نے فیصلہ صادر فرمایا باپ کا بدلہ بیٹے سے نہیں لیا جاسکتا۔

انصاف کی فراہمی کے لیے تربیت کا اہتمام:

آنحضرت ﷺ نے عوام الناس کو انصاف کی فراہمی کے سلسلہ میں صحابہ کرام کی تربیت کا اہتمام اپنے عہد رسالت میں ہی فرمادیا تھا اس کی تربیت کے سلسلہ میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں اس حوالہ سے ایک مثال درج ذیل ہے:

"وعن معاذ بن جبل: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما بعثه اليى اليمن قال كيف تقضيى اذا عرض لك قضاء؟ قال: أقضي بكتاب الله ،قال (فان لم تجدفي كتاب الله؟). قال: فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم. قال: (فإن لم تجد في سنة رسول الله؟)اجتهد رأي ولاآلو. قال: فضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم على صدره، وقال: (الحمد لله الذى وفق رسول رسول الله لمايرضيى به رسول الله)"(١٧)

ترجمہ: معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب بھیجا ' آپ نے دریافت کیا تم کیسے فیصلہ کروگے انھوں نے عرض کیا کہ میں (معاذ) کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کروں گا آپ ﷺ نے فرمایا اگر (مطلوبہ حکم) اللہ کی کتاب میں موجود نہ ہو؟ وہ دوبارہ عرض کرتے ہیں کہ میں سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ نے پوچھا اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں مطلوبہ حکم موجود نہ ہو؟ انھوں نے عرض کیا میں پھر اجتہاد کروں گا اپنی رائے سے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شکر ہے اللہ کا جس نے رسول اللہ کے پیغام پہنچانے والے کو (اس سمجھ) کی توفیق عطا فرمائی۔

انسانی فطرت کے بعض پہلو ایسے ہیں جس وجہ سے بسا اوقات منصف کے لیے انصاف کے ترازو کو برابر رکھنا مشکل ہو جاتا ہے اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

"حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: كَتَبَ أَبِي، وَكَتَبْتُ لَهُ إِلَى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، وَهُوَ قَاضٍ بِسِجِسْتَانَ، أَنْ لَا تَحْكُمَ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَأَنْتَ غَضْبَانُ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَحْكُمْ أَحَدٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ"(١٨)

ترجمہ: بیان کیا ہم سے ابو عوانہ نے عبد الملک بن عمیر سے عبد الرحمن بن ابی بکرۃ نے، حضرت ابو بکرۃؓ نے اپنے بیٹے عبید اللہ بن ابی بکرۃ کی جانب خط تحریر کیا کہ تم دو اشخاص کے مابین غصہ کی کیفیت میں فیصلہ نہ کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی بھی آدمی غصہ کی کیفیت میں دو اشخاص کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔

اسی طرح منصف فیصلہ کرتے وقت عجلت سے کام نہ لے فریقین کے موقف کو پورے اطمینان سے سن کر فیصلہ دے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَقَاضَى إِلَيْكَ رَجُلاَنِ، فَلاَ تَقْضِ لِلأَوَّلِ حَتَّى تَسْمَعَ كَلاَمَ الآخَرِ، فَسَوْفَ تَدْرِي كَيْفَ تَقْضِي.قَالَ عَلِيٌّ: فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا بَعْد"(۱۹)

ترجمہ: حضرت علی بیان فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا جس وقت تمہارے پاس دو آدمی مقدمہ لے کر آئیں تو جس وقت تک تم دوسرے شخص کی بات نہ سن چکو پہلے شخص کے حق میں فیصلہ نہ دو۔

"عن ابن بُريدةَ، سعن أبيه، عن النبي صلَّى الله عليه وسلم قال : "القُضاةُ ثلاثة: واحِدٌ في الجنة، واثنان في النار، فأما الذي في الجنة فرجلٌ عَرفَ الحقَّ فقضَى به، ورَجُلٌ عرف الحقَّ فجار في الحكم، فهو في النار، ورَجُلٌ قضى للنَّاس على جهلٍ، فهو في النار"(۲۰)

ترجمہ: اپنے والد کے حوالے سے عبد اللہ بن بریدہ (ایک) روایت بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا منصف تین قسم کے ہوتے ہیں ایک جنت میں (جائے گا) اور دو آگ میں۔ بہشت میں داخل ہونے والا شخص وہ ہو گا جو حق کی پہچانتا ہو گا اور اسی (حق) کے مطابق فیصلہ دے گا اور (دوسرا وہ) ہو گا جو حق کو تو پہچانتا ہے مگر فیصلہ کرتے ہوئے ظلم کا ارتکاب کیا تو ایسا (شخص) آگ (کا مستحق) ہو گا اور جو جاہل ہوتے ہوئے لوگوں کا منصف بنا (ظلم کیا) وہ بھی آگ کا (مستحق) ٹھہرا۔

قانون کی حکمرانی کے لیے دلوں پر محنت:

دور جاہلیت کو دیکھیں تو ایسا لگتا ہے جیسے چہار سو انسانوں نے شیطانی لبادہ اوڑھ لیا ہو ہر جانب ظلم و جبر کا بازار گرم تھا انسانیت تڑپ اور سسک کر اپنے آخری دموں پر تھی۔ آنحضرت ﷺ نے جاہل اور اجڈ قوم اللہ کو دین کی دعوت دی چند سالوں کی انتھک محنت سے خواہشات نفس کی پوجا کے بجائے اللہ کے نازل کردہ قوانین کی پیروی شروع ہو گئی جس کا اعتراف اپنے پرائے سب کرتے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر سر تھامسن آرنلڈ بیان کرتے ہیں:

"جب مسلمانوں نے مقابلہ کیا کہ اب وہ کیا ہیں اور پہلے وہ کیا تھے جب وہ مردہ بتوں کو پوجتے تھے تو محسوس ہوا کہ ایک نئی روحانی فضا میں ان کو کوئی لے آیا ہے۔یعنی ایک خدا کا بندہ ہونا جو سب کا خالق اور حاکم ہے۔اور ایسے بندے مسلمانوں بنے جن کا کام تھا خدا کی قوت کا اعلان کرنا وہ خود مطیع ہوئے اوروں کو مجبور کیا کہ خدا کی مرضی کے مطیع بنیں۔یہ کیسی سچائی تھی جس نے ہزاروں کے دلوں کو تسخیر کیا۔کچھ عجب نہیں کہ اسی سچائی کے بل پر بے شمار قبیلے جنھوں نے ہمیشہ اس کے سوا کچھ نہ کیا تھا کہ ایک دوسرے کو کاٹے اور نگل جاوے ایک قوم میں منتظم ہو گئے"(۲۱)

آنحضرت ﷺ نے اس حد تک دلوں کو مسخر کر لیا تھا ادھر شارع علیہ السلام کی زبان سے کسی حکم کے

بارے قرآنی آیت کی تلاوت ہوتی ایک

لمحہ ضائع کیے بغیر اس پر عمل دارآمد شروع ہو جاتا جیسے شراب کی حرمت پر یہ آیت نازل ہوئی:

"يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ، قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا"(۲۲)

ترجمہ: آپ ﷺ سے لوگ شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے ان دونوں (چیزوں میں) بہت بڑا گناہ ہے اگرچہ لوگوں کے لیے اس سے دنیاوی فوائد بھی پہنچتے ہیں مگر ان (چیزوں) کا گناہ ان چیزوں کے فائدہ سے بہت زیادہ ہے۔

جیسے ہی اس آیت کا نزول ہوتا ہے جو شراب کے اس قدر رسیا تھے جنہیں جنم گھٹی میں بھی شراب پلائی جاتی لیکن رسول اللہ کے زبانی حکم ملتے ہی شراب چھوڑنے کے ساتھ ساتھ ان برتنوں کو بھی توڑ دیتے ہیں جن میں شراب پی جاتی تھی:

"عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، كُنْتُ سَاقِيَ القَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ، وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الفَضِيخَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي: «أَلاَ إِنَّ الخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ» قَالَ: فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: اخْرُجْ، فَأَهْرِقْهَا، فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا، فَجَرَتْ فِي سِكَكِ المدِينَةِ، فَقَالَ بَعْضُ القَوْمِ: قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بُطُونِهِمْ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: {لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا}"(۲۳)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طلحہ کے گھر میں، لوگوں کو میں شراب پلارہا تھا۔ اُن دنوں کھجور کی ہی شراب پی جاتی تھی (پس جب شراب کے حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی) تو رسول اللہ ﷺ نے ایک منادی سے آواز لگوائی کہ شراب حرام قرار دے دی گئی۔ وہ کہتے ہیں (یہ آواز کانوں تک پہنچتے ہی) ابو طلحہ نے کہا اس شراب کو باہر لے جا کر انڈیل دے، چنانچہ ساری شراب باہر آکر میں نے بہادی۔ مدینہ طیبہ کی گلیوں (بازاروں) میں شراب بہنے لگی تو کچھ افراد نے کہا یوں محسوس ہونے لگا کہ اس حالت میں بہت سے لوگ قتل کیے جا چکے ہیں کہ اب بھی تک ان کے پیٹوں میں شراب موجود ہے پس اللہ رب العزت نے اس آیت کا نزول فرمایا "وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور اعمال صالحہ کیے ان پر ان باتوں کا کوئی گناہ نہیں ہے جو پہلے ہو چکیں (اور) وہ کھا بیٹھے ہیں۔

دلوں کو ایسا مانجھا گیا کہ قانون کے نفاذ کے لیے نہ کسی طاقت کی ضرورت اور نہ کسی پولیس کی لوگوں سے اگر جرم ہو جاتا تو از خود اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کرتے کہ ہم سے فلاں گناہ ہو گیا ہمیں سزا کے مرحلے سے گزار کر پاک کر دیجئے ایک لڑکے سے زنا کا فعل سرزد ہو گیا وہ خود اپنے آپ کو سزا کے لیے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کرتا ہے:

"فأتاه فقال: يا رسولَ الله، إني زنيتُ فأقِم عليَّ كتابَ الله، فأعرضَ عنه، فعاد فقالَ: يا رسولَ الله: إني زنيتُ فأقم عليَّ كتابَ الله، فأعرضَ عنه، فعادَ فقالَ: يا رسولَ الله، إني زنيتُ فأقِم عليَّ كتابَ الله حتى قالهاأربعَ مرارٍ، قال -صلَّى الله عليه وسلم-: "إنكَ قد قُلتَها أربع مرَّاتٍ،فبِمَن؟ قال بفلانه، فقال: "هل ضاجعتها؟

قال نعم، قال: هل جامعتها؟ قال نعم قال: فأمَر بهِ أن يُرجَم، فأخرجَ به إلى الحَرَّة، فلمارجم، فوجدمسّ الحجارة فجزع فخرج يشتدُّ فلقيه عبدالله بن أُنيس وقدعَجَزَ أصحابُه، فنزَعَ له بوظيفِ بعير فرماه به، فقتَله، ثم أتى النبيَّ -صلَّى الله عليه وسلم-، فذكر ذلك له، فقال "هلا تركتموه، لعله أن يتُوب فيتوا بَاللهُ عزَّ وجلَّ عليه"(٢٤)

ترجمہ: چنانچہ وہ حاضر ہوا اور عرض کی اے رسول اللہ ﷺ! مجھ سے فعلِ زنا ہو گیا ہے لہذا کتاب اللہ کا حکم مجھ پر نافذ کر دیجئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی جانب منہ پھیر لیا اس نے پھر دوبارہ کہا (اے) رسول اللہ! مجھ سے زنا سرزد ہو گیا ہے مجھ پر اللہ کی کتاب کا حکم نافذ فرما دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا تو (تیسری بار) اس (آدمی نے) پھر عرض کی: اے رسول اللہ مجھ سے زنا سرزد ہو گیا ہے۔ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم نافذ کر دیجئے حتیٰ کہ اس نے چار مرتبہ اس طرح کہا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو نے چار بار یہ بات کہی ہے۔ تو نے کس کے ساتھ زنا کیا؟ کہا فلاں لڑکی کے ساتھ آپ ﷺ پوچھا تو اس کے ساتھ اکٹھا لیٹا ہے؟ (اس شخص نے) جواب دیا ہاں آپ نے پوچھا تو اس کے ساتھ چمٹا ہے؟ (پھر) کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو نے اس کے ساتھ جماع کیا ہے؟ (لڑکے نے) کہا ہاں چنانچہ آنحضرت نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم صادر فرمایا چنانچہ اس لڑکے کو حرہ کی جانب لے جایا گیا۔ جس وقت اسے پتھر مارے گئے اور اس پتھروں کی چوٹ محسوس کی تو برداشت نہ کر سکا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ تو حضرت عبد اللہ بن انیس نے اس کو پکڑ لیا جبکہ دوسرے ساتھ تھک چکے تھے تو عبد اللہ نے اس کو اونٹ کا پایا کھینچ مارا اور اسے قتل کر دیا، پھر نبی ﷺ کے نزدیک آکر یہ سب بتلایا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم نے اس کو چھوڑ کیوں نہ دیا شاید وہ توبہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا۔

دل میں گناہ کی نفرت اس حد تک پیدا ہو جانا کہ مجرم کو خود سزا پائے بنا قرار نہ آئے اور از خود اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دے اور یہی قانون کی حکمرانی کی اصل روح ہے اور یہ صرف اسلام کا ہی طرہ امتیاز کہ یہ روح صرف اسلامی نظام عدل اور قضا میں ہی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ریاست مدینہ کی داغ بیل ڈالتے ہی پورے عرب کی کایا پلٹ دی اور ایسا انقلاب برپا کیا کہ دنیا حیران ہو گئی عدل و مساوات اور قانون کی حکمرانی کی ایسی عملی شکل پیش کی جس کی مثال چشم فلک نے اس پہلے نہیں دیکھی تھی یہی وہ انقلاب تھا جس کی جانب آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ قادسیہ سے ایک اکیلی عورت سونا اچھالتے ہوئے کعبہ کو آئے گی اور کوئی اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

" وَاللَّهِ لَيَتِمَّنَّ هَذَا الْأَمْرُ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا الله "(٢٥)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کام کو اس طرح پورا فرمائیں گے کہ ایک شتر سوار صنعاء سے چل کر حضر موت تک پہنچے گا لیکن اسے اللہ کے سوا، اسے کسی کا خوف نہ ہو گا۔

اسلام کا نظام عدل دائمی ہے:

آپ ﷺ نے احکامات الٰہی کی روشنی میں اسلامی قوانین کا اجرا اور نفاذ کیا جس میں قیامت کی صبح تک بھی کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں ہو گی قرآن کی قانونی حیثیت ایسی ہے جسے ایک غیر مسلم بھی محسوس کرتا ہے برصغیر کے

انگریزی دور کے آغاز میں پادری فنڈر اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا مناظرہ ہوا پادر فنڈر مناظرہ ہار گیا مولانا کیرانوی مناظرہ جیت گئے۔ پادری فنڈر نے مولانا رحمت اللہ سے پوچھا آپ کے پاس قرآن کریم کی حقانیت کی سب سے روشن دلیل کیا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس سے پہلے کے مولانا اس کا جواب دیتے وہ خود بول پڑا کہ پہلے مجھ سے اس کی دلیل سن لیں:

"آپ کو معلوم ہے کہ میں عیسائی ہوں اور آپ سے مناظرہ بھی کر چکا ہوں۔ آج دنیا بھر میں تعلیم کا بڑا زور بتایا جاتا ہے۔ ہماری لندن کی پارلیمنٹ قانون بناتی ہے اور اس کے قانون ساز ممبر بڑے اونچے تعلیم یافتہ لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن قانون بنے کوئی مشکل سے چھ ماہ گزرے ہوتے ہیں کہ اس قانون میں غلطی نکل آتی ہے جس کی بنا پر کہا جاتا ہے اس کی ترمیم کی جائے۔ اگر پوری دنیا کی ایک پارلیمنٹ ہو اور اس میں دنیا کے بہترین قانون دان، فلاسفر اور زیرک آدمی اکٹھے کئے جائیں اور قانون بنائیں تو اس میں بھی غلطی نکلے گی، آخر یہ مجلس قانون ساز کا تسلسل اسی لئے ہے کہ ترمیمات اور تنسیخات ہوتی رہتی ہیں قانون بدلتے رہتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غلطیوں کی اصلاح اور تدارک ہوتا ہے۔۔۔اس کتاب نے زندگی کے متعلق بڑے قوانین دیئے اور یہی کتاب ۱۴سو سال دنیا کے ساتھ چلتی رہی اور کوئی دانشمندانہ ترمیم کو ضرورت نہیں ہوئی اگر انسان کے دماغ کا نتیجہ ہوتی تو اس کے قانون بدلتے، ترمیمیں ہوتیں"(۲۶)

کوئی بھی منصف مزاج اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ آج بھی شرابی، چور، زانی اور قاتل کو اسلامی قوانین کے مطابق سزا دے دی جائے مثالی امن قائم ہو جائے گا۔ جہاں اسلامی قوانین کا نفاذ ہے وہاں جرائم کو ہونا ناممکن ہے سعودی عرب کی مثال ہمارے سامنے ہے:

"ایک مرتبہ امریکہ کے صدر نے مرحوم شاہ فیصل سے یہ کہا تھا کہ سنا ہے کہ آپ کے ملک میں چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے ہیں، تو شاہ نے جواب دیا کہ یہ درست ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں دس برس میں جتنے جرائم ہوتے ہیں آپ کے ملک میں ایک گھنٹے میں اس سے دس گنا جرائم زیادہ ہو جاتے ہیں"(۲۷)

انصاف کے لیے شہادت دینے کا حکم:

کسی بھی مجرم کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے عدالت کے روبرو گواہی دینا انتہائی ضروری ہے مجرم کا جرم عدالت میں ثابت کرنے کا سب سے اہم ذریعہ شہادت ہے۔ شریعت اسلامیہ میں حق کے لیے گواہی دینا لازمی قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ"(۲۸)

ترجمہ: اے صاحب ایمان! اللہ رب العزت کے واسطے (حق پر) ڈٹے رہنے والے، عدل کے لیے گواہی پیش کرنے والے بنو اور کسی گروہ کی مخالفت (کہیں) تم سے یہ جرم نہ کرائے کہ تم انصاف نہ کرو، تم انصاف پر قائم رہو پس یہ پرہیز گاری کے نزدیک تر ہے اور

اللہ تعالیٰ سے ڈرو یقیناً اللہ تعالیٰ کو پوری خبر ہے تمہارے تمام کاموں کی۔

مذکورہ آیت کی طرح قرآن کریم میں ایک اور جگہ گواہی کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے

"وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ، فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰى هُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُ خْرٰى وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا"(۲۹)

ترجمہ: اپنے دو آدمیوں میں سے دو مردوں کو گواہ بنایا کرو اور اگر دو آدمی نہ مل سکیں تو ان لوگوں میں سے ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بناؤ جن کے گواہ تم بننے کو پسند کرتے ہو، ایک مرد کی جگہ دو عورتیں اس وجہ سے ہیں کہ اگر ان میں سے بھول جائے ایک عورت تو دوسری عورت اسے یاد کرا دے۔ اور جس وقت گواہی دینے کے لیے ان گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

جہاں اسلام نے گواہی دینے کی بھرپور ترغیب دلائی ہے اس کے ساتھ ساتھ شہادت پیش کرنے کے طریقہ کار کو بھی چند شرائط کے ساتھ نہایت آسان رکھا ہے:

> "اسلام نے شہادت کے لیے عقل، قوت حافظہ، قوت گویائی، اسلام، عدالت مروت اور غیر متہم ہونے کی شرط لگائی ہے، اس لیے بظاہر دیوانے، نابالغ، گونگے، کافر فاسق و بدکار لوگوں کی شہادت قابل اعتبار نہیں ہو سکتی، ثبوت کا سب سے اہم ذریعہ شہادت ہے، حضورؐ شہادت اور شاہد (گواہ) دونوں کی ضروری خصوصیات بیان فرمادی ہیں جو شہادت کو فیصلہ کن ذریعہ بناتی ہے"(۳۰)

قضیوں کے فیصلے کا طریقہ کار:

آنحضرت نبی کریم ﷺ کا قضیوں اور جھگڑوں کے بارے میں فیصلہ کرنے کا طریقہ کار نہایت سادہ اور آسان تھا جس سے مظلوم کی فریادرسی فوراً ہو جاتی اور اسے آسانی سے انصاف مل جاتا:

"آپ مدعی اور مدعاعلیہ دونوں کی گفتگو کو توجہ سے سنتے، اثبات واقعہ کی صورتیں آپ کے ہاں بیّنہ قسم، گواہوں کی شہادت، تحریر، فراست و درایت سے واقعہ کا اثبات یا نفی اور قرعہ وغیرہ تھیں آپ کا قول تھا مدعی کے ذمہ بیّنہ پیش کرنا ہے اور مدعاعلیہ پر اگر وہ منکر ہو تو قسم لازم ہے جب آنحضرت ﷺ کو ان صورتوں میں سے کسی صورت سے صحیح واقعہ کا علم ہو جاتا تو آپ ﷺ فیصلہ فرمادیتے"(۳۱)

خلفائے راشدین نے انہی بنیادوں پر نظام عدل کو مزید وسعت دی سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں جب اسلام کا میدان عمل مزید وسیع ہوا تو اس وقت میں ایک ایسے منظم نظام عدل کی ضرورت محسوس ہوئی جسے تمام اقوام کے لیے نافذ کیا جائے تو اس مقصد کے لیے آپؓ نے قاضیوں کا تقرر فرمایا اور قاضیوں کو عدل و مساوات کی فراہمی کے لیے انہی طریقوں پر عمل کا حکم دیا جو سنت رسول اللہ ﷺ کے عین مطابق تھا۔

"عدالت میں مدعی اور مدعاعلیہ کو ایک نظر سے دیکھو ان کی نشست گاہ میں کسی قسم کا امتیاز نہ کیا جائے، عدل و مساوات میں کسی کی رعایت نہ کرو کسی بڑے آدمی کو کوئی ناجائز توقع پیدا نہ ہو سکے اور کمزور کو عدل وانصاف سے مایوسی نہ

ہو۔ مدعی کے ذمہ ثبوت اور گواہ پیش کرنا اور منکر مدعا علیہ پر قسم ضروری، فریقین کو آپس میں راضی نامہ کی اجازت ہے اگر اس شرعی حلال و حرام پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو جن جدید مسائل میں تردد پیدا ہوا ان میں عقل و درایت سے کام لو پچھلے نظائر اور امثال کی روشنی میں غور کرو مدعی کو اتنی مہلت دو کہ وہ گواہ اور ثبوت آسانی سے پیش کر سکے "(۳۲)

فوری اور سستے انصاف کے اثرات:

مختصر سی مدت میں آپ ﷺ نے عرب کو کچھ سے کچھ بنا دیا تھا تاریکی کو روشنیوں سے بدل دیا تھا خود غرضی کو ہمدردی اور ظلم و جبر کو عدل مساوات سے بدل دیا تھا:

"جہاں انسان انسان سے محفوظ نہیں تھا وہاں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ سے پانی پینے لگے جہاں انسانی خون کی کوئی قدر نہ تھی وہاں چرند پرند کی حفاظت فرض ہو گئی جہاں غلام کوڑی کوڑی کو بک کر نشان ظلم بنتا وہاں غلاموں کو سرادری کا رتبہ ملا، جہاں عورت باعث عار تھی، وہاں باعث رحمت اور محبوب ترین چیز ہو کر مقام ناز پر کھڑی کی گئی۔ جہاں مسافر لوٹے جاتے وہاں مسافر مہمان کے لیے اپنے پیٹ کی روٹی وقف کی جانے لگی"(۳۳)

ریاست مدینہ کے قیام کے بعد نو دس برس کی متواتر محنت اور فوری عدل و مساوات کے قیام سے ملک میں امن و امان قائم ہو گیا تمام ڈاکوں اور رہزن جتھوں کو رام کر لیا گیا انتقامی لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا ناجائز قتل و قتال لوٹ کھسوٹ کی نفرت دلوں میں بیٹھ گئی تھی:

"اب تمام ملک میں امن امان تھا اور یہ عدی بن حاتم نے شہادت دی کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق لوگ صنعاء سے حجاز تک تنہا سفر کرتے تھے اور خشیۃ اللہ کے سوا کوئی اور خوف راستہ میں نہ تھا"(۳۴)

اسلامی اور مغربی نظام عدل کا تقابل:

مغربی نظام عدل انسانوں کا بنایا ہوا ہے اس نظام میں وہ تمام کمزوریاں اور کجی پن ہے جو عام طور پر انسانوں میں ہوا کرتی ہے اس نظام میں حکمران طبقہ اپنے آپ کو قانون کی گرفت سے بچانے کے لیے اس طرح کی قانون سازی کرتا ہے کہ اگر وہ عوام الناس کے حقوق غصب کریں تو عوام کا ہاتھ ان کے گریبانوں تک نہ پہنچ سکیں اس کے مقابلہ میں اسلام کے نظام عدل میں مکمل مساوات موجود ہے کوئی بھی شخص خواہ وہ وقت کا حاکم ہو قانون کی گرفت سے نہیں بچ سکتا یہ وہ نظام ہے جس میں آنحضرت ﷺ جیسی عظیم المرتبت شخصیت نے بھی انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا جس کی مثالیں ہم پچھلے صفحات پر بیان کر آئے ہیں مغربی نظام عدل میں جو پارٹی برسر اقتدار آتی ہے وہ اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر قانون سازی کرتی ہے اور یہ نظام عدل بہت مہنگا اور اس میں فیصلوں کے لیے طویل مدت درکار ہوتی ہے معروف مصنف جاوید اقبال کہتے ہیں:

"مغربی نظام عدل بہت پیچیدہ ہے۔ عدالتوں کے چکر کا یہ عالم ہے کہ معمولی قسم کے مقدمات کے فیصلے میں تین

تین چار چار سال لگ جاتے ہیں۔ اس کے بعد اپیلوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس میں اتنی دشواریاں ہیں کہ مظلوم کی داد رسی تو کیا وہ اپنے آپ کو ایک عذاب میں مبتلا سمجھنے لگتا ہے۔ اس کے برخلاف اسلام کے نظام میں بڑے سے بڑے اور پیچیدہ سے پیچیدہ مقدمے کا فیصلہ دو چار دنوں میں ہو جاتا ہے اور حقیقی عدل کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ انصاف میں تاخیر اپنی جگہ پر خود بہت بڑی ناانصافی ہے"(۳۵)

خلاصہ کلام:

دور حاضر میں دنیا کا ہر منصف مزاج چاہتا ہے کہ دنیا میں امن وامان کا قیام عمل میں آئے آج جو ہر جانب قتل قتال کا بازار گرم ہے طاقت ور کمزوروں کے حقوق غصب کر رہے ہیں، ظلم وجبر کا بازار گرم ہے اس پر کس طرح گرفت کی جائے اور کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے کہ ہر شخص کو عدل و مساوات میسر آجائے تو یہ نسخہ کیمیا آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے خالق کائنات نے پوری انسانیت کو دے دیا۔ آج امن چاہیے مساوات اور فوری انصاف چاہیے تو اس کے لیے پوری انسانیت کو سیرت رسول اللہ ﷺ کی جانب ہی رجوع کرنا پڑے گا آپ ﷺ نے اللہ رب العزت کے احکامات کی روشنی میں قوانین مرتب کر کے ان کے عملی نفاذ کا طریقہ پوری امت کو سکھلا دیا آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین اور فقہائے امت نے ان قوانین اسلامی کو اور بھی عام فہم اور واضح کر کے امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا اب پورے وثوق اور چیلنج کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ تمام انسانیت کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور حل نہیں وہ اسلام کے نظام انصاف سے استفادہ کرے۔

☆☆☆☆☆

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالے

(1) Holocaust Encyclopedia,https/encyclopedia.ushmm.org.Dated,1-10-2024

(2) ibid

(۳) محمد قطب، شبہات حول الاسلام، ترجمہ: اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، مترجم: محمد سلیم کیانی، (لاہور: البدر پبلیکیشنز، ۱۹۸۱ء)، ۲۳۳۔

(۴) الطاف حسن قریشی، ملاقاتیں کیا کیا، (لاہور: جمہوری پبلیکیشن، ۲۰۱۶ء)، ۱۹۲۔

(۵) ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، (بیروت: دار طوق النجاہ، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۲ھ)، ۴:۱۱۵، ح: ۳۲۳۱۔

(۶) ابوعبداللہ احمد بن حنبل، مسندالامام احمد بن حنبل، (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، الطبعہ الاولی ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱ء)، ۷:۲۵۶، ح: ۴۲۰۲۔

(۷) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، ۴:۱۱۵، ح: ۳۲۳۱۔

(۸) مناظر احسن، مولانا گیلانی، النبی الخاتم، لاہور، الفیصل کتب غزنی سٹریٹ اردو بازار، ۱۹۹۵ء، ص ۹۲، ۹۱

(۹) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمد الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۱ھ، ۱۹۹۰ء)، ۱:۶۲۸، ح: ۱۶۶۳۔

(۱۰) مناظر احسن گیلانی، النبی الخاتم، ۲۵، ۲۴۔

(۱۱) سورۃ النساء، ۴:۵۸

(۱۲) احمد بن حنبلؒ، مسند الامام احمد بن حنبل، ۳۸:۴۷۴، ح: ۲۳۴۸۹۔

(۱۳) محمد بن عیسی بن سورۃ ترمذی، سنن الترمذی، (بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء)، ۴:۳۱، ح: ۲۱۵۹۔

(۱۴) محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ۵:۲۳، حدیث نمبر ۳۷۳۲

(۱۵) ابو داود، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، (بیروت، المکتبۃ العصریۃ صیدا، س ن)، ۴:۳۵۶، ح: ۵۲۲۴۔

(۱۶) الدار قطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد، سنن الدارقطنی، (بیروت: لبنان، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۴ء)، ۳:۴۶۲، ح: ۲۹۷۶۔

(۱۷) شرف الدین بن الحسین بن عبد اللہ، شرح المشکاۃ الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، (مکہ مکرمہ، ریاض: مکتبہ نزار مصطفی البار، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۷ء)، کتاب الامارۃ والقضاء باب العمل فی القضاء، ۸: ۲۵۹۴، ح: ۳۷۳۷

(۱۸) مسلم بن حجاج، ابو الحسن القشیری، صحیح مسلم، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، ۳:۱۳۴۲، ح: ۱۷۱۷

(۱۹) محمد بن عیسی بن سورۃ ترمذی، سنن الترمذی، ۳:۱۱، ح: ۱۳۳۱۔

(۲۰) سلیمان بن الاشعث ابو داود، سنن ابی داود، (بیروت: دار الرسالۃ العالمیۃ، الطبعۃ الاولی ۱۴۳۰ھ، ۲۰۰۹ء)، ۵:۴۲۶، ح: ۳۵۷۳۔

(۲۱) تھامس آرنلڈ، دی پریچنگ آف آف اسلام، ترجمہ: دعوت اسلام، مترجم: محمد عنایت اللہ دہلوی، (کراچی، مسعود پبلشنگ ہاؤس، طبع دوم ۱۹۶۴ء)، ۶۱، ۶۰۔

(۲۲) سورۃ البقرۃ، ۲:۲۱۹

(۲۳) محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ۳:۱۳۲، ح: ۲۴۶۴۔

(۲۴) سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، ۶:۴۷۱، ح: ۴۴۱۹۔

(۲۵) خطیب العمری ولی الدین، محمد بن عبد اللہ، مشکاۃ المصابیح، (بیروت: المکتب الاسلامی، طباعت ثالث، ۱۹۸۵ء)، ۳:۱۶۳۰، ح: ۵۸۵۸۔

(۲۶) شمس الحق افغانی، خطبات افغانی، (بہاولپور: مکتبہ سید شمس الحق افغانی، ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۲ء)، ۲۴۴۔

(۲۷) جاوید اقبال، مسلمانوں کے سیاسی افکار و ادارے، (لاہور: نیو بک پیلس چوک اردو بازار، س ن)، ۱۳۲۔

(۲۸) سورۃ المائدہ، ۵:۸

(۲۹) سورۃ البقرۃ، ۲:۲۸۲

(۳۰) جاوید اقبال، مسلمانوں کے سیاسی افکار و ادارے، ۱۲۶۔

(۳۱) حسن ابراہیم حسن، کتاب النظم الاسلامیہ، مترجم: علیم اللہ، مولوی صدیقی، مسلمانوں کا نظم مملکت، (کراچی، دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ، س ن)، ۲۷۸۔

(۳۲) حسن ابراہیم حسن، کتاب النظم الاسلامیہ، مترجم: علیم اللہ، مولوی صدیقی، مسلمانوں کا نظم مملکت، ۲۸۰۔

(۳۳) عبدالرؤف ظفر، اسوہ کامل ﷺ، (لاہور: نشریات، ۲۰۰۹ء)، ۲۶۸۔

(۳۴) علامہ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، (لاہور، ادارہ اسلامیات، اشاعت اول ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۲ء)، ۱: ۳۷۶

(۳۵) جاوید اقبال، مسلمانوں کے سیاسی افکار وادارے، ۱۳۱، ۱۳۰۔

❖❖❖